OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

Al-Qawārīr - Vol: 06, Issue: 04,
Jul – Sep 2025

ثقفی صحابیاتؓ کی مرویات میں مباحث سیرت تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

A Research and Analytical Study of the Biographical (Seerah) Discussions in the Narrations of Thaqafi Female Companions (may Allah be pleased with them)

Sahib Din
PhD Scholar, Department of Islamic Studies,
Government College University, Faisalabad, Pakistan.
Prof. Dr. Humayun Abbas
Dean, Faculty of Islamic Studies,
Government College University, Faisalabad, Pakistan.

ABSTRACT

This study offers a critical and analytical exploration of the female Companions from the Banu Thaqif tribe, emphasizing their multifaceted contributions to the formative period of Islam. Drawing directly from the Prophetic legacy, these women not only preserved and transmitted Islamic teachings but also actively engaged in the dissemination of wisdom, ethical values, and spiritual guidance across generations. Their narratives reflect active participation in diverse spheres, including education, social reform, and community defense, thereby demonstrating that their roles extended far beyond domestic confines. By documenting episodes of unwavering faith, intellectual engagement, and moral leadership, this research highlights the enduring significance of the Thaqafi women Companions in shaping the intellectual and social fabric of early Muslim society. Ultimately, their scholarly, ethical, and practical contributions constitute a vital and enduring chapter of Islamic history, offering continued inspiration and guidance for the contemporary Muslim ummah.

Keywords: *Female Companions, Thaqafi women, social reform in Islam, Role of women in early Muslim society, Women in Hadith transmission*

تعارف موضوع

اسلام کی تاریخ میں خواتین کا کردار نہ صرف دین کی اشاعت و تبلیغ میں کلیدی رہاہے بلکہ علم و حکمت کی ترویج میں بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ صحابیات رضوان اللہ علیہن اجمعین وہ مقدس ہستیاں ہیں جنھوں نے براہِ راست چشمۂ نبوت سے سیرابی حاصل کی اور اپنے قول و فعل سے دین اسلام کی تعلیمات کو آنے والی نسلوں تک منتقل کیا۔ ان میں سے ہر قبیلے کی خواتین نے اپنی اپنی استعداد اور موقع کے مطابق دین کی خدمت کی۔ بنو ثقیف، جو طائف کا ایک معزز اور بڑا قبیلہ تھا، فتح مکہ

CC BY

کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اس قبیلے کی خواتین کو اگرچہ صحبت رسول اللہ ﷺ کا نسبتاً کم وقت میسر آیا، لیکن ان کے خلوص، جذبۂ ایمانی اور دین سیکھنے کی لگن نے انہیں بھی اس علمی و روحانی ورثے کا امین بنا دیا جو صحابہ کرامؓ کا خاصہ ہے۔ زیر نظر تحقیق کا مقصد قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیات کی مرویات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ کرنا ہے۔ ان روایات میں موجود مباحث کو سیرت طیبہ، اسلامی تعلیمات، اخلاقی اصول، شرعی احکامات اور حسن معاشرت کے تناظر میں زیر بحث لانا اس تحقیق کا بنیادی محور ہے۔ ثقفی صحابیات کی روایات اگرچہ تعداد میں دیگر مشہور صحابیات کی مرویات سے کم ہیں، لیکن ان کی اہمیت و افادیت مسلم ہے۔ ان روایات کے ذریعے نہ صرف ہادی عالم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے وہ گوشے دیکھنے کو ملتے ہیں جو خواتین کے ساتھ آپ ﷺ کے حسن سلوک اور تربیت سے متعلق ہیں، بلکہ عبادات، معاشرتی آداب، خانگی زندگی اور اخلاقیات سے متعلق بھی قیمتی رہنمائی میسر آتی ہے۔ یہ تحقیق اس امر کا جائزہ لے گی کہ ثقفی صحابیات نے کن موضوعات پر روایات بیان کیں اور ان سے مستنبط ہونے والے شرعی و اخلاقی اصول کیا ہیں۔ نیز، ان روایات سے یہ سمجھنے میں بھی مدد ملے گی کہ ایک نئے مسلمان ہونے والے معاشرے کی خواتین نے اسلام کو کس طرح سمجھا، قبول کیا اور اپنی زندگیوں میں نافذ کیا۔ اس تحقیق کے ذریعے ثقفی صحابیات کی علمی خدمات کو اجاگر کرنا اور ان کی بیان کردہ روایات میں سیرت نبویؐ کی اہم جہات کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرنا ہے۔ تاکہ اسلامی تاریخ کے اس اہم باب میں یہ ثابت ہو سکے کہ ثقفی صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ ثقفی صحابیاتؓ نے بھی سیرت النبی ﷺ کے نقل و ابلاغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

مبحث اول: حضرت فارعہ بنت ابی الصلت ثقفیہؓ۔ استقامتِ ایمان اور قربانی کی درخشاں مثال

1. حضرت فارعہ بنت ابی الصلت ثقفیہؓ

آفتاب نبوت کی ہر کرن کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے میں جہاں لاتعداد ستاروں کا کردار ہے، وہیں قبیلہ ثقیف کی صحابیاتؓ کی ضیاء پاشیوں کا بھی ایک منفرد مقام ہے۔ ان کی بیان کردہ روایات، سیرت پاک کے وہ درخشاں پہلو ہیں جن سے نہ صرف طائف کی وادی منور ہوئی، بلکہ تاریخ اسلام کا ہر ورق روشن ہوا۔ حضرت فارعہؓ قبیلہ ثقیف کے مشہور شاعر و گمراہ دانشور امیہ بن ابی الصلت ثقفی کی بہن اور عرب کے شاعر ابو الصلت ثقفی کی بیٹی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام رقیہ بنت عبد شمس بن عبد مناف تھا۔ ان کا شجرۂ نسب: فارعہؓ بنت ابی الصلت بن ابی ربیعہ بن عوف بن عقدہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف (قسی)[1]

غزوۂ طائف کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عقل مند، پاکدامن اور حسن و جمال والی خاتون تھیں اور رسول اللہ ﷺ ان کی شخصیت سے متاثر تھے۔ ایک دن آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: کیا تمہیں اپنے بھائی کی شاعری میں سے کچھ یاد ہے؟ تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے بھائی کا حال بتایا، جو کچھ انہوں نے اس سے دیکھا تھا، اور اس کے سینہ چاک کئے جانے، اس کا دل نکالے جانے اور پھر اسے واپس اپنی جگہ رکھ دیئے جانے کا واقعہ سنایا، جبکہ وہ سو رہا تھا۔

پھر انہوں نے امیہ کی وہ نظم سنائی جس کا مطلع ہے:

باتت همومي تسري طوارقها   أكف عيني والدمع سابقها[2]

(میرے غم رات بھر چلتے رہے، میں اپنی آنکھوں کو روکتا رہا اور آنسو سبقت لے جاتے رہے۔)

پھر حضرت فارعہؓ نے آپ ﷺ کو تقریباً تیرہ اشعار سنائے، جن میں سے کچھ یہ تھے:

مَا رغب النفس فِي الحياة وإن   تحيا قليلا فالموت سائقها

يوشك من فر من منيته   يومًا عَلَى غرة يوافقها

من لم يمت غبطة يمت هرمًا   للموت كأس والمرء ذائقها[3]

(نفس زندگی کی رغبت نہیں رکھتا، اگرچہ وہ تھوڑا جی بھی لے، موت ہی اسے ہانکنے والی ہے۔ جو اپنی موت سے بھاگتا ہے، قریب ہے کہ ایک دن وہ غفلت میں اسے آ لے گی، جو عین جوانی میں نہیں مرتا، وہ بڑھاپے میں مرتا ہے۔ موت ایک پیالہ ہے جسے ہر شخص نے چکھنا ہے۔)

پھر حضرت فارعہؓ بیان کرتی ہیں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی، پھر جب ہوش آیا تو انہوں نے اپنی پہلی بات کی طرح کہا: میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، میں آپ دونوں کے پاس موجود ہوں، پھر کہا:

إن تعف يَا ربي تعف جما   وأي عبد لك لا ألمّا

ثم قال: كل عيش وإن تطاول دهرًا   صائر مرة إِلَى أن يزولا

ليتني كنت قبل مَا قد بدا لي   فِي قلال الجبال أرعى الوعولا[4]

(اے میرے رب! اگر تو معاف کرے تو بہت بڑا معاف کرنے والا ہے، اور تیرا کون سا بندہ ہے جس نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ پھر اس نے کہا: ہر زندگی، چاہے کتنی ہی طویل ہو جائے، ایک دن اسے زوال پذیر ہونا ہے۔ کاش! جو کچھ مجھے اب نظر آ رہا ہے، اس سے پہلے میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر جنگلی بکرے چرا رہا ہوتا۔) پھر وہ (فارعہ کا بھائی) مر گیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے فارعہؓ! تمہارے بھائی کی مثال اس شخص جیسی ہے جسے: اللہ نے اپنی آیتیں (نشانیاں) عطا کیں، مگر وہ ان سے الگ ہو گیا، پھر شیطان نے اس کا پیچھا کیا اور وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ (یہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 175 کی طرف

اشارہ ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ جب حضرت فارعہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں تو انہوں نے یہ پورا واقعہ آپ ﷺ کے سامنے بیان کیا۔)[5]

☆ امیہ ثقفی کا عبرتناک انجام سیرت کے اس عظیم اصول کو واضح کرتا ہے کہ ہدایت، الٰہی توفیق اور انسانی اختیار کے سنگم پر ملتی ہے۔ فرشتوں کا مکالمہ گواہ ہے کہ امیہ پر حق پوری طرح واضح ہو چکا تھا، لیکن اس نے خود ایمان لانے سے انکار کر کے بھلائی کے دروازے کو ٹھکرا دیا۔ یہ واقعہ علم بغیر عمل کے تباہ کن انجام کی بہترین مثال ہے؛ امیہ کا علم اسے نجات نہ دلا سکا کیونکہ سیرت نبوی ﷺ کے درس کے مطابق، علم کی سچی منزل تسلیم ورضا اور مکمل اطاعت ہے۔ اس روحانی واقعے کی حتمی اور مستند تشریح کا شرف سید المرسلین ﷺ کو حاصل ہوا۔ آپ ﷺ کا اس قصے کو فوراً قرآن کی آیت سے جوڑ دینا آپ ﷺ کی خداداد بصیرت اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ ہی غیبی امور کے سچے ترجمان ہیں۔ امیہ کی حالتِ نزع، اس کی بے بسی اور حسرت بھری شاعری، موت کی اس حقیقت کی عملی تصویر ہے جس سے آپ ﷺ نے ہمیشہ خبردار کیا کہ حق کو جان بوجھ کر ٹھکرانے والے کی آخری گھڑی کی توبہ بے معنی ہے۔ الغرض، یہ پورا مشاہدہ عالم غیب کے وجود پر ایک ٹھوس دلیل ہے، جو اس ایمانی بنیاد کو مضبوط کرتا ہے جس کی دعوت سرکار دوجہاں ﷺ نے اپنی پوری زندگی دی۔[6]

رسول اللہ ﷺ کا فارعہؓ سے ان کے بھائی کے اشعار سنانے کی فرمائش کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ اچھی اور حکمت بھری شاعری کے قدردان تھے۔ آپ ﷺ نے امیہ کے کلام میں موجود توحید اور آخرت کی فکر پر مبنی اشعار کو سراہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کسی بھی کلام میں موجود حکمت اور سچائی کو قبول کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرتؓ فارعہ کی پوری بات تحمل سے سنی، ان کے بھائی کے کلام کو سراہا، لیکن آخر میں ایک جامع اور حتمی تبصرے کے ذریعے اصل حقیقت واضح فرمادی۔ آپ ﷺ نے نہ تو امیہ ثقفی کو برا بھلا کہا اور نہ ہی اس کی مذمت میں طویل گفتگو کی، بلکہ قرآن کی ایک آیت کے ذریعے اس کے پورے کردار اور انجام کا خلاصہ بیان کر دیا، جو آپ ﷺ کے حکیمانہ انداز اور جوامع الکلم ہونے کا ثبوت ہے۔[7] قرآنی آیت درج ذیل ہے:"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ"[8](اور ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں، پھر وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔)

یہ آیت مبارکہ علم اور ہدایت کے نازک تعلق پر ایک ابدی تبصرہ ہے، جو حق کو جان لینے کے بعد اس سے منہ موڑنے کے عبرتناک انجام سے خبردار کرتی ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے تناظر میں یہ آیت محض ایک پرانا قصہ نہیں، بلکہ ایک جیتی جاگتی حقیقت ہے۔ یہ امیہ کی زندگی کی بہترین تصویر کشی ہے۔ پس، جب کوئی اپنی مرضی سے حق سے نکل بھاگتا ہے تو شیطان اس پر غلبہ پالیتا ہے، اور یہی وہ گمراہی ہے جس سے بچانے کے لیے سرور کائنات ﷺ کی پوری حیات مبارکہ ایک روشن مثال اور واضح رہنمائی ہے۔[9]

2. ثقفی صحابیہؓ کے ایمان کی لازوال داستان

تاریخ اسلام کے اوراق ایک ایسی عظیم خاتون کے ایمان کی خوشبو سے مہک رہے ہیں جس نے اس وقت چراغ توحید روشن کیا جب طائف کی پوری وادی کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ یہ حضرت رقیقہؓ کی استقامت اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت و شفقت کی لازوال داستان ہے۔ یہ وہ کٹھن اور دل گرفتہ لمحہ تھا جب مکہ کی سنگلاخ زمین اپنے ہی محبوب ترین فرزند، رحمت دوعالم سیدنا محمد ﷺ، پر تنگ ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ امید کی ایک کرن لئے طائف کی بستی میں داخل ہوئے، مگر یہاں کے سرداروں نے بھی آپ ﷺ کی دعوت حق کو ٹھکرا کر آپ ﷺ کے ساتھ نہایت نازیبا سلوک کیا۔ حضرت امیمہؓ اپنی والدہ حضرت رقیقہ ثقفیہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ:

> "جب آپ ﷺ طائف میں مدد و نصرت کے لیے تشریف لائے، تو وہ میرے گھر تشریف لائے تھے، میں نے ان کے لیے ستو (سویق) کا مشروب تیار کیا، جو انہوں نے نوش فرمایا، پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے رقیقہؓ! اس قوم کے بت لات کی عبادت نہ کرنا، اور نہ ہی اس کے لیے نماز پڑھنا۔ میں نے کہا: اگر میں ایسا نہ کروں تو وہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے! آپ ﷺ نے فرمایا: جب وہ تم سے کہیں، تو تم کہہ دینا: میرا رب اس بت کا بھی رب ہے اور جب نماز پڑھو، تو اس کی طرف پشت کر کے پڑھو، پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے روانہ ہو گئے۔[10] حضرت رقیقہؓ کی بیٹی (امیمہؓ) فرماتی ہیں: میرے دو بھائی سفیان اور وہب بن قیس بن ابان نے مجھے بتایا کہ: جب قبیلہ ثقیف مسلمان ہو گیا تو ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری والدہ کا کیا حال ہوا؟ ہم نے کہا: وہ اسی حالت میں وفات پا گئی جس میں آپ ﷺ نے انہیں چھوڑا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "لَقَدْ أَسْلَمَتْ أُمُّكُمَا إِذًا۔" (اگر ایسا ہے، تو تمہاری والدہ مسلمان ہو چکی تھیں۔)[11]

☆ یہ روایات مکہ کے مشکل ترین دور میں ہادی عالم ﷺ کے سفر طائف کے ایک نہایت ایمان افروز واقعے کو بیان کرتی ہیں۔ اس سے کئی اہم اسباق اور نکات واضح ہوتے ہیں: "قولی توریہ" (بات میں پہلو رکھنا): آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مشرکین پوچھیں تو کہہ دینا: "میرا رب اس طاغوت کا بھی رب ہے۔" یہ ایک ذہانت پر مبنی جواب تھا۔ مشرکین اس کا مطلب یہ سمجھتے کہ وہ ان کے معبود کو تسلیم کر رہی ہیں، جبکہ حضرت رقیقہؓ کی نیت اور عقیدہ یہ ہوتا کہ میرا رب اللہ ہی اس بے جان بت کا بھی خالق اور رب ہے۔ اس طرح بغیر جھوٹ بولے اور بغیر عقیدے پر سمجھوتہ کئے جان بچائی جا سکتی تھی۔[12] دوسری روایت سے رحمت دوعالم ﷺ کے ایک معجزے کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ سالہا سال بعد جب قبیلہ ثقیف مسلمان ہو کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ کو حضرت رقیقہؓ یاد تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے بیٹوں وہب بن قیسؓ اور سفیان بن قیسؓ سے ان کے بارے میں پوچھا

اور ان کے یہ بتانے پر کہ وہ اسی حالت میں فوت ہوئیں، آپ ﷺ نے گواہی دی کہ: "لقد أسلمت أمكما" (یقیناً تمہاری والدہ مسلمان ہی فوت ہوئیں)۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے حضرت رقیقہؓ کے ایمان پر ثابت قدم رہنے کی خبر دے دی تھی۔ یہ واقعہ صدق نبوت اور بشارت ایمان دونوں پر دلیل ہے۔ حضرت رقیقہ ثقفیہؓ طائف کی ان اولین خوش نصیب خواتین میں سے ہیں جنہوں نے اسلام کے مشکل ترین دور میں ایمان کی روشنی کو قبول کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی براہ راست ہدایت کے تحت، شدید خطرات کے ماحول میں اپنے ایمان کو چھپائے رکھا اور اسی پر قائم رہیں۔[13] آپؓ کا یہ واقعہ دعوت دین میں حکمت، مشکل حالات میں دین پر عمل کرنے کی رخصت اور آپ ﷺ کی اپنے صحابہؓ اور صحابیاتؓ سے محبت اور ان کے احوال سے باخبر رہنے کی ایک روشن مثال ہے۔

مبحث دوم: مرویات حضرت میمونہ بنت کردم ثقفیہؓ

آپؓ صحابی رسول حضرت کردم بن سفیانؓ کی بیٹی ہیں۔ ان کا شجرہ نسب ہے: حضرت میمونہؓ بنت کردم بن سفیان بن اَبان بن یسار بن مالک بن حطیط بن جشم بن قسی (ثقیف)[14]، آپؓ کو صحابیت کا شرف حاصل ہے۔ آپؓ اور آپؓ کے والد نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شرکت فرمائی۔ حضرت کردم ثقفیؓ نے اپنی بیٹی کی موجودگی میں رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی۔[15] حضرت میمونہ ثقفیہؓ سے مروی روایات درج ذیل ہیں:

1. دیدار مصطفیٰ ﷺ

حضرت میمونہ بنت کردمؓ فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ میں اس وقت دیکھا جب آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے۔ میں اپنے والد کے ہمراہ تھی۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک باریک سی چھڑی تھی، ویسی ہی جیسے مکتب میں بچوں کو نظم وضبط سکھانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ میں نے اس موقع پر بہت سے دیہاتیوں اور گردوپیش کے لوگوں کو آپ ﷺ کے بارے میں کہتے سنا: "الطبطبیہ، الطبطبیہ" یہ غالباً آپ ﷺ کی کسی خاص ادایا مبارک انداز رفتار کا لقب تھا۔ اسی اثناء میں میرے والد حضرت کردم بن سفیانؓ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوئے اور ادب و محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر آپ ﷺ کے قدم مبارک کو تھام لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں اس محبت بھرے عمل کی اجازت عطا فرمائی۔[16]

☆ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا ایک جامع اور حسین مرقع ہے۔ اونٹنی کی سواری اور ہاتھ میں معلم جیسی باریک چھڑی، آپ ﷺ کی شاہانہ ہیبت کے بجائے پیغمبرانہ شفقت، سادگی اور تواضع کو ظاہر کرتی ہے۔ عوام کا آپ ﷺ کو ایک خاص نام "الطبطبیہ" سے پکارنا، قائد اور عوام کے درمیان گہری محبت اور بے تکلفی کا ثبوت ہے۔ یہ منظر بتاتا ہے کہ آپ ﷺ کا رعب خوف پر نہیں، بلکہ احترام اور محبت پر قائم تھا۔ حضرت کردمؓ کا والہانہ محبت میں آپ ﷺ کے قدم مبارک تھام لینا صحابہؓ کے عشق رسول کی انتہا ہے۔ اس پر آپ ﷺ کا انہیں نہ روکنا، بلکہ اس محبت بھرے عمل کو قبول فرمانا، یہ عبادت نہیں بلکہ تعظیم ہے، جو سیرت نبوی ﷺ کا حسین پہلو ہے۔[17] یہ واقعہ تعظیم اور عبادت کے اس فرق کو واضح کرتا ہے جس کی تعلیم آپ ﷺ نے دی، اور یہ

ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس اپنی امت کے لیے ہر پہلو سے رحمت اور آسانی کا باعث تھی۔

2. دور جاہلیت کا ایک انوکھا معاہدہ اور نبویؐ فیصلہ:

حضرت میمونہؓ اپنے والد حضرت کردم بن سفیان ثقفیؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں جیش عثران میں شامل تھا۔ حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جیش عثران کے زمانے کو پہچان لیا۔ حضرت کردمؓ نے اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا: جب طارق بن مرقعؓ نے اعلان کیا کہ کون ہے جو مجھے ایک نیزہ دے اور اس کا بدلہ یا انعام مجھ سے لے لے۔ میں نے پوچھا: اس کا بدلہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میری جو پہلی بیٹی پیدا ہوگی، میں اس کی شادی اس نیزہ دینے والے سے کر دوں گا، تو میں نے اسے اپنا نیزہ دے دیا۔ پھر میں کئی سال تک اس معاملے سے غافل رہا، یہاں تک کہ مجھے خبر ملی کہ اس کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی اور وہ بالغ بھی ہو گئی ہے تو میں نے طارقؓ سے کہا: میری بیوی کو میرے حوالے کرو، لیکن اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں بغیر مہر کے رخصت نہیں کروں گا۔ یہ سارا قصہ سن کر آپ ﷺ نے پوچھا: وہ عورت کیسی ہے یعنی اس کی عمر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اب تو اس کے بالوں میں سفیدی جھلکنے لگی ہے یعنی وہ عمر رسیدہ ہو چکی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو تمہارے لئے اس میں خیر نہیں، اس بات نے مجھے پریشان کر دیا اور میں نے حیرت سے آپ ﷺ کی طرف دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہ تم گناہ گار ہوگے اور نہ تمہارا ساتھی، جس نے وعدہ خلافی کی۔"(18)

☆ یہ واقعہ عورت کی عزت و تکریم، جاہلی معاہدوں کے بطلان، اور اسلامی عدل کے قیام کی بہترین مثال ہے۔ اس واقعے کی بنیاد زمانۂ جاہلیت کا ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ایک عورت کو ایک نیزے کے بدلے انعام کے طور پر پیش کیا جا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جاہلانہ معاہدے کو باطل قرار دے کر اعلان فرمایا کہ نکاح سامان کے تبادلے کی طرح نہیں ہوتا، عورت ایک آزاد اور باوقار فرد ہے، جس کے اپنے حقوق اور مرضی ہیں۔ آپ ﷺ نے لڑکی کے باپ کے مہر کے مطالبے کو تسلیم کیا، جس سے واضح ہوا کہ مہر عورت کا لازمی اور ناقابل تنسیخ حق ہے۔ اس فیصلے سے دونوں فریق گناہ سے بچ گئے اور معاشرے کے لیے ایک ابدی اصول قائم ہو گیا کہ باطل اور غیر منصفانہ معاہدوں پر اصرار کرنا اسلامی اخلاقیات کے خلاف ہے۔(19)

یہ واقعہ رسول ہادی ﷺ کی حکمت عملی، عدل و انصاف، اعلیٰ اخلاق، فطری میلانات کی رعایت، اور تزکیۂ نفس کی ایک جامع اور درخشاں مثال ہے۔ اس میں وعدہ، نکاح، مہر، رضامندی، نیت اور سماجی انصاف جیسے اہم امور کے اصول نہایت نرمی، حکمت اور تربیتی انداز میں سکھائے گئے ہیں۔

مبحث سوم: قَدَمُ النبی ﷺ، فضیلتِ مدینہ، شفاعتِ محمدی ﷺ اور اصلاحِ معاشرہ کا نبوی منہج (کاہنوں سے اجتناب کے تناظر میں)

1. قَدَم النبی ﷺ

شمائل النبی ﷺ، سیرت مطہرہ کا وہ آئینہ خانہ ہے جس میں آپ ﷺ کے بے مثال حسن صورت اور حُسنِ سیرت کا عکس جھلکتا ہے۔ اس کا مقصد امت مسلمہ کے سامنے آپ ﷺ کی ذات اقدس کی ایک جامع اور مکمل تصویر پیش کرنا ہے۔ ثقفی صحابیہؓ کی روایت درج ذیل ہے: حضرت میمونہ بنت کردمؓ روایت کرتی ہیں کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ کے پاؤں کی شہادت والی انگلی (یعنی انگوٹھے) کے ساتھ والی، انگوٹھے سے لمبی تھی۔[20]

☆ اس حدیث سے سیرت طیبہ کے درج ذیل پہلو نمایاں ہوتے ہیں: اول یہ کہ یہ حدیث اس عظیم الشان محبت اور بے مثال عقیدت کا مظہر ہے جو صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کو رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات سے تھی۔ ان پاکیزہ ہستیوں کی نگاہیں آپ ﷺ کے ہر انداز، ہر عمل اور ہر کیفیت کا نہایت گہری نظر سے مشاہدہ کرتی تھیں۔ یہ مشاہدہ کسی عام شخص کا نہیں، بلکہ ایک سچے عاشق رسولؐ کا مشاہدہ تھا، جس کے لیے اپنے محبوب کی ہر ادا، ہر نقش اور ہر چھوٹی سے چھوٹی تفصیل بھی انتہائی قیمتی اور لائق ذکر تھی۔ پاؤں مبارک کی انگلیوں کی ساخت تک کو باریک بینی سے نوٹ کرنا اور پھر اسے آئندہ نسلوں تک پہنچانا، ان صحابہ کرامؓ کی آپ ﷺ سے والہانہ محبت اور غیر معمولی توجہ کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ دوم یہ کہ اس طرح کی مستند روایات اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت طیبہ کو ہر اعتبار سے محفوظ فرمایا ہے۔ دنیا میں کسی اور شخصیت کی زندگی اور جسمانی اوصاف کو اتنی تفصیل اور اتنے معتبر ذرائع سے بیان نہیں کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کے قد و قامت، رنگ مبارک، بالوں کی ساخت، چلنے کا انداز اور یہاں تک کہ آپؐ کے اعضائے مبارکہ کی جزئیات کا محفوظ رہ جانا، نہ صرف سیرت نبویؐ کی جامعیت کی دلیل ہے بلکہ یہ ایک زندہ معجزہ بھی ہے۔[21]

حضرت میمونہ ثقفیہؓ کی یہ روایت اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ نے سرورِ کائنات ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق ہر چھوٹی بڑی بات کو ایک امانت سمجھ کر محفوظ کیا اور اسے امت تک پہنچانے کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔ یہ روایات محض ظاہری حلیے کا بیان نہیں ہیں، بلکہ یہ ثقفی صحابیاتؓ کی رسول خدا ﷺ سے لازوال محبت کا اظہار، سیرت نبویؐ کے مکمل تحفظ کا ناقابل تردید ثبوت اور امت مسلمہ کے لیے اپنے پیارے نبیؐ کے ساتھ ایک ذاتی اور محبت بھرا تعلق قائم کرنے کا ایک قیمتی ذریعہ ہیں۔

2. فضیلت مدینہ اور شفاعت محمدی ﷺ

اسلام میں بعض مقامات کو دیگر پر فضیلت حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ کے بعد اگر کوئی سرزمین سب سے زیادہ مقدس اور بابرکت ہے تو وہ مدینہ منورہ ہے، جسے "شہر رسول" ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ وہ سرزمین ہے جسے آپؐ نے اپنی ہجرت، اپنی دعوت

کے مرکز اور اپنی آخری آرام گاہ کے لیے منتخب فرمایا۔ آپؐ نہ صرف اس شہر سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، بلکہ اپنی امت کو بھی اس میں سکونت اختیار کرنے اور وہیں آخری سانس لینے کی ترغیب دیتے تھے، جس کے بدلے میں آپ ﷺ نے ایک عظیم بشارت عطا فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں ثقفی خاتون کی روایت درج ذیل ہے:

> "بنو ثقیف کی ایک یتیم خاتون، جو خوش قسمتی سے خود رسول اللہ ﷺ کے زیر کفالت اور تربیت میں تھیں، وہ حضرت صفیہ بنت ابی عبید ثقفیہؓ کو بتاتی ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے جو کوئی اس بات کی استطاعت رکھے کہ اسے مدینہ میں موت آئے، تو اسے چاہیے کہ وہ مدینہ میں ہی وفات پائے؛ کیونکہ جو شخص مدینہ میں مرے گا تو قیامت کے دن میں اس کا گواہ یا سفارشی ہوں گا۔"(22)

☆ یہ حدیث مبارکہ سیرت نبوی کے کئی گہرے اور باہم مربوط پہلوؤں کو روشن کرتی ہے۔ اس کا پہلا پہلو شہرِ مدینہ کی روحانی مرکزیت ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے محض ایک شہر نہیں بلکہ ایمان کا محور اور اپنی امت کے لیے مرکزِ ہدایت قرار دیا۔ اس مرکز سے جڑنے کی ترغیب کے ساتھ آپ ﷺ نے شفاعت کا عظیم وعدہ فرمایا، جو آپ ﷺ کی رحمت للعالمینی اور ان خصائص نبوت کا ثبوت ہے جو صرف آپ ﷺ کو عطا ہوئے، اور یہ امت سے آپ ﷺ کی لازوال محبت کی دلیل ہے۔ سیرت کا ایک اور حکیمانہ پہلو یہ ہے کہ یہ روحانی بشارت دراصل اسلامی ریاست کو مستحکم کرنے کی ایک دانشمندانہ ترغیب بھی تھی، تاکہ مسلمان اس مرکزِ ہدایت میں جمع ہو کر ایک مضبوط معاشرہ تشکیل دیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ دین کی اتنی بڑی فضیلت اور عقیدے کا یہ اہم مسئلہ خواتین کے ذریعے امت تک پہنچا۔(23) ایک یتیم صحابیہؓ کا اس حدیث کو روایت کرنا، اسلامی معاشرے میں خواتین کے مرکزی، مستند اور باوقار علمی کردار پر ایک دائمی مہرِ تصدیق ہے۔

3. اصلاح معاشرہ کا نبوی منہج

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ہر پہلو امت کے لیے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا مرکزی مقصد انسانیت کو شرک کی تاریکیوں سے نکال کر توحید کی روشنی کی طرف لانا تھا۔ یہ عظیم مقصد صرف تبلیغ و دعوت تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ توحید ان کی زندگیوں کا عملی نمونہ بن گئی۔ اس سلسلے میں ثقفی صحابیہؓ کی روایت درج ذیل ہے:

> حضرت زینبؓ زوجہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ: انہیں چہرے پر سرخ دانوں (ایک قسم کی جلدی بیماری) کی شکایت ہوئی۔ ایک بوڑھی عورت نے ان پر دم کیا اور ایک دھاگہ ان کے گلے میں ڈال دیا۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ گھر تشریف لائے اور وہ دھاگہ دیکھا تو اس کے بارے میں دریافت

فرمایا۔ حضرت زینبؓ نے بتایا کہ یہ بیماری سے شفا کے لیے پہنا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فوراً اس دھاگے کو کاٹ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ "آل عبداللہ کو شرک کی کوئی حاجت نہیں۔" پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنایا: "إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ" (یقیناً (غیر شرعی) دم، تعویذ (تمائم)، اور تولیہ (محبت کے لیے جھاڑ پھونک) شرک ہیں۔) جب حضرت زینبؓ نے "تولیہ" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے وضاحت فرمائی کہ یہ وہ عمل ہے جو عورتیں مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کرتی ہیں۔[(24)]

☆حضرت زینبؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ واقعہ سیرت نبوی ﷺ کے اس زریں اصول کو اجاگر کرتا ہے کہ اسلامی معاشرہ فرد سے بنتا ہے، اور اصلاح کا آغاز گھر سے ہوتا ہے۔ یہ محض ایک طبی واقعہ نہیں، بلکہ عقیدے کی نزاکت، دعوت کی حکمت، اور اصلاح کی بصیرت کا امت کے لیے ایک واضح مینار ہدایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف واضح شرک بلکہ اس کے ممکنہ اسباب (رُقیٰ، تمائم، تولیہ) سے بھی منع فرمایا تاکہ امت توحید پر خالص رہے۔ آپؐ نے "تولیہ" کا مفہوم سمجھا کر تعلیم دی کہ دعوت اور اصلاح صرف ردّ و قدح سے نہیں بلکہ علم، فہم اور وضاحت سے ہوتی ہے۔ بوڑھی عورت کا کردار اس جاہلانہ رسم ورواج کی نمائندگی کرتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا مقصد ہی ایسے توہمات اور جاہلانہ عقائد کا خاتمہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کردار ایک مصلح کا ہے جو نبی ﷺ کے نمائندے کے طور پر معاشرے کو ان خرابیوں سے پاک کرنا چاہتا ہے۔[(25)]

اس واقعے سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی سے شفا کی امید وابستہ رکھنی چاہیے۔ ساتھ ہی، علاج کے لیے جائز اسباب اختیار کرتے وقت بھی عقیدۂ توحید کی پاکیزگی کا خیال رکھنا ضروری ہے، تاکہ کوئی عمل شرک یا خرافات کی سرحدوں کو نہ چھولے۔

4. کاہنوں سے دوری

"حضرت صفیہ بنت ابی عبید ثقفیہؓ نے نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج مطہراتؓ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس سے کچھ پوچھے، تو اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"[(26)]

☆ رسول اللہ ﷺ نے امت کو بار بار سمجھایا کہ غیب کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ"[(27)] (فرما دیجیے؛ آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب کا علم نہیں رکھتا۔)، آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے یہ تعلیم دی کہ غیب کے دعویداروں سے دور رہنا ایمان و توحید کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ عرب معاشرے میں کاہن، جوتشی اور نجومی نمایاں حیثیت رکھتے تھے، مگر آپ ﷺ نے ان کے عقائد کی تردید کی اور سخت وعید سنائی تاکہ ان کا اثر ختم ہو جائے۔ اس سے یہ سیرتی سبق ملتا ہے کہ اسلامی قیادت کا فرض ہے کہ باطل نظریات کو جڑ سے اکھاڑ دے اور اہل ایمان کو ان کے فتنوں سے بچائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس جائے اس کی چالیس دن

کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری عبادت اس وقت بارآور ہے جب دل توحید پر قائم ہو۔ یہ وعید اس بات کی دلیل ہے کہ عقیدے کے معاملے میں معمولی نرمی بھی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے۔ لہٰذا ایک قائد اور مربی کی ذمہ داری ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی عقیدتی لغزش پر بھی امت کو متنبہ کرے۔ مزید یہ کہ کاہن سے سوال کرنا بھی گناہ ہے، خواہ انسان اس پر ایمان نہ لائے، تاکہ باطل کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر دیئے جائیں۔ اس طرح آپ ﷺ نے صرف غلط عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس کے اسباب اور ذرائع کو بھی ختم فرمایا۔[28]

مبحث چہارم: عہد خلافت راشدہ – وراثت نبویؐ اور سیرت کے عملی اطلاق کا بہترین نمونہ

خلافت راشدہ کا دور نہ صرف اسلامی تاریخ کا سنہری باب ہے، بلکہ وراثت نبوی ﷺ اور سیرت کے عملی اطلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ اس عہد کے واقعات، اقوال اور فیصلے سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات کے وہ مظاہر ہیں جنہیں صحابہ کرامؓ نے اپنی ذاتی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کی ہدایت کو معاشرتی، قانونی اور اخلاقی سطح پر عملی شکل دی، جس سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت راشدہ کا طرز حکومت درحقیقت سنت نبوی ﷺ کا زندہ عکس تھا۔ سیرت نبوی ﷺ کے فہم کامل اور اس سے مؤثر رہنمائی کے حصول کے لیے خلفائے راشدین کے اقوال، فیصلے اور طرز عمل کو سیرت کے مباحث میں شامل کرنا ناگزیر ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا عملی پرتو اور تسلسل ہیں۔ حدیث نبویؐ ہے: ”تم پر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو، اور اسے اپنے داڑھوں سے پکڑ لو۔“[29] اس لئے عہد خلافت راشدہ میں ثقفی صحابیات کی روایات درج ذیل ہیں:

1. **حضرتؓ اَزدہ / اَردہ بنت حارث بن کلدہ ثقفیہؓ**

عرب کے طبیب حارث ثقفی کی بیٹی ہیں ان کا شجرہ نسب ہے: حضرت اَردہ بنت حارث بن کلدہ بن عمرو بن ابی علاج بن ابی سلمہ بن عبد العزی بن غیرہ بن عوف بن قسی (ثقیف)[30] اس سلسلے میں ثقفی صحابیہؓ کی روایات درج ذیل ہیں:

i. جب حضرت عمر بن خطابؓ نے صحابی رسول حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تو ان کی اہلیہ حضرت اَزدہ / اَردہ بنت الحارث بن کلدہؓ بھی ان کے ہمراہ تھیں، اس سفر میں ان کے ساتھ نافعؓ، ابو بکرہؓ اور زیادؓ جیسے اہم افراد بھی شریک تھے۔ حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے بصرہ میں جب ”مدینۃ الفرات“ (فرات کے کنارے واقع بستی) پر لشکر کشی کی تو جنگ کے دوران ایک نازک موقع پر ان کی اہلیہ ثقفی صحابیہ حضرت ازدہ بنت حارثؓ نے اسلامی فوج کا حوصلہ بلند کرنے کے لیے ایک تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ حضرت اَزدہ بنت حارث بن کلدہ ثقفیہؓ فرماتی ہیں کہ میں دوران جنگ میدان میں نکلی اور مجاہدین کو جوش دلاتے ہوئے پکارا: ”اے اللہ کے سپاہیو! یاد رکھنا، اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عزتیں محفوظ نہیں رہیں گی اور دشمن ہمیں لونڈیاں بنا لے گا۔“ آپؓ کے ان غیرت مندانہ اور ولولہ انگیز الفاظ نے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نئی روح

پھونک دی اور وہ اس شدت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شاندار فتح سے ہمکنار فرمایا اور بہت سا مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ (31)

ii. ایک بصیرت افروز روایت جس میں خواتین اسلام کی بصیرت، غیرت دینی، فطری تدبیر اور مؤثر کردار کا ایک انمول واقعہ بیان ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ثقفی صحابیہ حضرت اردہ بنت حارث بن کلدہؓ کا واقعہ درج ذیل ہے: "جب اہل میسان (عراق کا ایک مشہور مقام) نے مسلمانوں کے خلاف لشکر اکٹھا کیا، تو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ان کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے، اور راستے میں مسلمانوں کا سازوسامان (یعنی خواتین، بچے اور مال و اسباب وغیرہ) پیچھے چھوڑ دیا۔ جب مغیرہؓ دشمن کے قریب، دریائے دجلہ کے اس طرف پہنچے، تو قتال شروع ہو گیا۔ قافلہ کی خواتین کو خطاب کرتے ہوئے حضرت اردہ بنت حارث بن کلدہؓ نے فرمایا کہ: کاش ہم بھی مسلمانوں کے ساتھ جا کر شریک ہو جاتیں! پس انہوں نے اپنا دوپٹہ لے کر اس سے ایک جھنڈا یعنی "لواء" بنایا، اور دیگر خواتین نے بھی اپنے دوپٹوں سے عَلَم تیار کیے، اور سب کی سب نکل پڑیں تاکہ مسلمانوں کے لشکر سے جا ملیں۔ جب وہ مسلمان مجاہدین کے قریب پہنچیں، اس وقت مشرک دشمن مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے۔ جب مشرکوں نے دور سے دیکھا کہ بہت سے نئے جھنڈے میدان جنگ کی طرف آ رہے ہیں، تو انہوں نے گمان کیا کہ مدد کا لشکر آ گیا ہے۔ چنانچہ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور کئی کفار کو قتل کیا۔" (32)

☆ثقفی صحابیہؓ کا مذکورہ بالا پہلا واقعہ سیرت نبوی ﷺ کے چند اہم اور بنیادی پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے، جو ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل، بقاء اور جہاد میں خواتین کے کردار سے متعلق ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ سکھاتی ہے کہ خواتین صرف گھروں تک محدود نہیں بلکہ معاشرتی اور دفاعی ذمہ داریوں میں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہو سکتی ہیں۔ میدان جنگ میں ان کا مجاہدین کو جوش دلانا اس بات کا ثبوت ہے کہ سچے ایمان، مضبوط حوصلے اور مؤثر الفاظ کی طاقت ہتھیاروں کی طاقت سے کسی طرح کم نہیں۔ آپؐ کے الفاظ: "اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عزتیں محفوظ نہیں رہیں گی۔" اس بات کو نمایاں کرتے ہیں کہ اسلام میں عزت، حرمت اور ایمان کی حفاظت کو سب سے بڑی دولت سمجھا جاتا ہے۔ (33) یہ واقعہ اس بات کا درس دیتا ہے کہ اللہ کی مدد خلوص نیت اور تقویٰ کے ساتھ اٹھائے گئے ہر قدم کے ساتھ ہوتی ہے، جس میں خواتین کا معاون اور حوصلہ افزا کردار بھی شامل ہے۔ ان تمام باتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ازدہ بنت حارثؓ کا یہ عمل سیرت نبوی ﷺ کی عملی تفسیر ہے جو آج بھی مسلم معاشروں کے لیے راہنمائی کا مآخذ ہے۔

☆دوسرا واقعہ غیر معمولی اور انتہائی سبق آموز ہے جو اسلامی تاریخ میں خواتین کے کردار اور جنگی حکمت عملی کے حوالے سے سیرتِ نبوی ﷺ کے کئی گہرے اور اہم مباحث پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہ سیرت کا وہ عظیم درس ہے جو ثابت کرتا ہے کہ خواتین محض گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں، بلکہ وہ معاشرے کی ایک فعال، باشعور اور مؤثر قوت ہیں۔ یہ روایت جہاد کے مفہوم کو وسعت دیتی ہے کہ یہ صرف شمشیر زنی کا نام نہیں، بلکہ دین کی نصرت کے لیے ہر صلاحیت کا بروقت استعمال

ہے۔ ان خواتین نے اپنے دوپٹوں سے جھنڈے بنا کر اپنی ذہانت، جرات اور موقع شناسی کا بے مثال ثبوت دیا۔ یہ عمل ایک شاندار جنگی حکمت عملی تھی جس نے نفسیاتی جنگ کا محاذ کھول دیا اور دشمن کے حوصلے پست کر دیئے۔ ان کی اس مخلصانہ اور حکیمانہ کوشش میں اللہ کی غیبی مدد شامل ہوئی، جس نے ایک چھوٹی سی تدبیر کو فیصلہ کن فتح کا پیش خیمہ بنا دیا۔[34] یہ واقعہ سیرت نبوی ﷺ کے عسکری پہلوؤں اور معاشرے میں خواتین کے تعمیری کردار کی ایک لازوال مثال ہے۔

2. ایمان افروز واقعہ

سیرت صحابہؓ کو سیرت النبیؐ کا ایک لازمی اور ناگزیر حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بغیر سیرت نبویؐ کا مطالعہ اور فہم ادھورا رہ جاتا ہے۔ سیرت نبویؐ کے بیشتر واقعات، جیسے غزوات، معاہدات اور دیگر اہم معاملات، صحابہ کرامؓ کے کردار اور قربانیوں کے بغیر نامکمل ہیں۔ ان واقعات کو پوری طرح سمجھنے کے لیے صحابہؓ کے حالات کا علم ضروری ہے۔ مختصراً یہ کہ سرکار دوعالم ﷺ کی سیرت اگر ایک روشن چراغ ہے تو صحابہؓ کی زندگیاں اس چراغ سے نکلنے والی وہ روشن کرنیں ہیں جنہوں نے پوری دنیا کو منور کیا۔ اس لیے سیرت نبویؐ کا مطالعہ ہمیشہ سیرت صحابہؓ کے ساتھ ہی مکمل ہوتا ہے۔ عہد خلافت راشدہ کے واقعات، اقوال اور فیصلے وراثت نبوی ﷺ کے حقیقی مظاہر اور سیرت طیبہ کا اطلاقی نمونہ ہیں اور باب سیرت النبی ﷺ کا ایک نہایت اہم، تکمیلی اور عملی پہلو ہیں۔[35] عہد فاروقی میں ثقفی صحابیہؓ کے بیان کردہ واقعات یہاں درج کرنے کا سبب بھی یہی ہے:

> ''حضرت صفیہ بنت ابی عبید ثقفیہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں ایک روز مدینہ منورہ کی سرزمین شدید زلزلے سے لرز اٹھی۔ زلزلے کی شدت اتنی تھی کہ گھروں میں رکھی چارپائیاں تک ہلنے لگیں۔ اس واقعے میں ایک ایمان افروز پہلو یہ بھی تھا کہ اس وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں مشغول تھے اور اپنے رب کے حضور اس قدر محو اور مستغرق تھے کہ انہیں اس بڑی آفت کا احساس تک نہ ہوا۔ جیسے ہی زلزلہ تھما، خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے فوراً لوگوں کے درمیان تشریف لائے اور انہیں ایک نہایت بصیرت افروز اور جھنجھوڑ دینے والا خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا: ''اے لوگو! یقیناً تم نے کوئی نئی بات پیدا کی ہے (یعنی تم سے کوئی نیا گناہ سرزد ہوا ہے)! اور تم نے (اللہ کی نافرمانی کی طرف) بہت جلدی کی۔'' آپؓ نے اس قدرتی آفت کو محض ایک جغرافیائی واقعہ نہیں، بلکہ اعمال انسانی کا نتیجہ اور اللہ کی طرف سے ایک تنبیہ قرار دیا۔ حضرت صفیہؓ مزید فرماتی ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے، آپؓ نے یہ تنبیہ بھی فرمائی: ''خدا کی قسم! اگر یہ زلزلہ دوبارہ آیا تو میں ہرگز تمہارے درمیان نہیں رہوں گا، بلکہ اس بستی سے نکل جاؤں گا۔''[36]

☆ اس واقعے میں حضرت عمر فاروقؓ کا طرز عمل مکمل طور پر سیرت نبوی ﷺ کی تعلیمات کا عکاس ہے۔ اس کے اہم سیرتی

پہلو درج ذیل ہیں: حضرت عمرؓ نے زلزلے کو گناہوں کا نتیجہ اور اللہ کا انتباہ قرار دے کر اس نبوی سوچ کو اجاگر کیا جو ہر معاملے کو اللہ سے جوڑتی ہے۔ یہ عمل قرآن کی اس تعلیم کے عین مطابق ہے کہ زمین میں فساد انسانی اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ بحیثیت حکمران، آپؓ کا فوری طور پر عوام کے درمیان آکر ان کی روحانی رہنمائی کرنا بالکل اسی طرح تھا جیسے رحمت عالم ﷺ سورج گرہن کے وقت امت کی رہنمائی کے لیے مسجد تشریف لائے تھے۔ آپؓ کا اجتماعی گناہ پر متنبہ کرنا اور اجتماعی توبہ کی تلقین، سیرت نبوی ﷺ کا خاص اسلوب اصلاح ہے۔ آپؓ کی یہ سخت تنبیہ کہ "اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں یہاں نہیں رہوں گا۔" دراصل معاشرے کو گناہوں کے انجام سے ڈرانے کا ایک مؤثر نبویؐ طریقہ تھا۔ یہ اس اصول کی عکاسی ہے کہ جہاں اللہ کی نافرمانی عام ہو جائے، وہاں صالحین بے چین ہو جاتے ہیں۔ اسی دوران حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا نماز میں استغراق، سید المرسلین ﷺ کی تعلیم کردہ کیفیت "احسان" کا عملی نمونہ تھا۔[37] الغرض، یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ خلافت راشدہ کا دور ہر پہلو سے سیرت طیبہ کا ہی تسلسل اور عملی نفاذ تھا۔

خلاصہ بحث

یہ تحقیق قبیلۂ ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیاتؓ کے اس گراں قدر کردار کو واضح کرتی ہے جو انہوں نے سیرت نبوی ﷺ کے تحفظ اور ابلاغ میں ادا کیا۔ اگرچہ ان خواتین کو صحبت نبوی کا نسبتاً کم موقع ملا، لیکن ان کی بیان کردہ روایات محض واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ دین کی گہری حکمت اور بنیادی عقائد (توحید و آخرت) کی عکاس ہیں۔ ان روایات سے محض احکام نہیں بلکہ ایمانی بصیرت بھی عیاں ہوتی ہے۔ حضرت فارعہؓ کی روایت سے یہ سیرتی اصول واضح ہوتا ہے کہ ہدایت کا دارومدار محض علم پر نہیں بلکہ مکمل تسلیم و رضا اور اطاعت الٰہی پر ہے۔ اسی طرح حضرت رقیقہؓ کا قبول اسلام اور حکمت نبوی کے تحت توریہ کا استعمال مشکل حالات میں دین پر استقامت کی بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ ثقفی صحابیاتؓ نے ہادی عالم ﷺ سے اپنی والہانہ محبت کے اظہار میں آپ ﷺ کے اوصاف اور شمائل کو بڑی باریکی سے محفوظ کیا۔ حضرت میمونہ بنت کردمؓ کی روایت نہ صرف آپ ﷺ کے قدم مبارک کی ساخت بیان کرتی ہے بلکہ عورت کے ناقابل تنسیخ حق مہر کو بھی واضح کر کے اس کے معاشرتی مقام کو بلند کرتی ہے۔ حضرت زینبؓ اور حضرت صفیہؓ کی روایات معاشرے میں رائج توہمات، شرکیہ اعمال اور کاہنوں سے تعلق کی نفی کر کے خالص توحید پر مبنی نبوی تعلیمات کو فروغ دیتی ہیں۔ ان خواتین کا کردار خانگی زندگی تک محدود نہ تھا۔ حضرت ازدہ بنت حارثؓ کا مجاہدین کو جوش دلانا اور خواتین کے ساتھ مل کر دوپٹوں سے جھنڈے بنانا ان کی ملی غیرت اور عملی شجاعت کا ثبوت ہے۔ حضرت صفیہ بنت ابی عبیدؓ کا حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں زلزلے کے واقعے کو بیان کرنا اس بات کی گواہی ہے کہ خلفائے راشدین کا طرز عمل سیرت نبوی ہی کا تسلسل تھا۔ حضرت عمرؓ کا اس قدرتی آفت کو لوگوں کے گناہوں کا نتیجہ قرار دے کر اجتماعی توبہ کی تلقین کرنا، عین نبوی منہج "اصلاح" کی پیروی تھی۔ یہ واقعہ خلافت راشدہ میں سیرت کے عملی اطلاق کی گواہی بھی ہے۔

مختصراً، ثقفی صحابیاتؓ نے اپنی ذہانت، ایمانی پختگی اور حکمت سے سیرت نبوی ﷺ کے علمی اور عملی ورثے کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کی روایات دین کی تفہیم، عقیدے کی مضبوطی اور معاشرتی اصلاح کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کا کردار اس

حقیقت کا روشن ثبوت ہے کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں خواتین نے صحابہ کرامؓ کے شانہ بشانہ دین کی سربلندی اور تحفظ میں ایک فعال، فیصلہ کن اور قائدانہ کردار ادا کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1- Ibn Saʿd, Muḥammad, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1410 H, 6/52

2-Ibn ʿAbd al-Barr, Ḥāfiẓ, Yūsuf ibn ʿAbd Allāh, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb*, Bayrūt: Dār al-Jīl, 1412 H, 4/1890

3-Aydan (ibid.)

4- Ibn ʿAbd al-Barr, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb*, 4/1890

5-Aydan (ibid.)

6-Ibn ʿAbd al-Barr, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb*, 4/1890

7-Ibn ʿAbd al-Barr, *al-Istīʿāb fī Maʿrifat al-Aṣḥāb*, 4/1890

8-al-Aʿrāf: 175:7

9-Ibn Abī Ḥātim, ʿAbd al-Raḥmān ibn Muḥammad, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm li-Ibn Abī Ḥātim*, al-Saʿūdiyyah: Maktabah Nizār, 1419 H, 5/1616

10-al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, *al-Tārīkh al-Kabīr*, Ḥaydarābād: Dāʾirat al-Maʿārif al-ʿUthmāniyyah, s-n, 8/162

11-al-Ṭabarānī, Sulaymān ibn Aḥmad, Abū al-Qāsim, *al-Muʿjam al-Kabīr*, Qāhirah: Maktabah Ibn Taymiyyah, 1415 H, 7/80

12-al-Malaṭī, Abū al-Ḥasan, Muḥammad ibn Aḥmad, *al-Tanbīh wa-al-Radd ʿalā Ahl al-Ahwāʾ wa-al-Bidaʿ*, Miṣr: al-Maktabah al-Azharīyah li-al-Turāth, 1432 H, p. 90

13-al-Haythamī, Nūr al-Dīn, ʿAlī ibn Abī Bakr, *Majmaʿ al-Zawāʾid wa-Manbaʿ al-Fawāʾid*, al-Qāhirah: Maktabah al-Qudsī, 1414 H, Kitāb al-Maghāzī wa-al-Siyar, Bāb Khurūj al-Nabī ﷺ ilā al-Ṭāʾif, 6/35

14-al-ʿAsqalānī, Ibn Ḥajar, Aḥmad ibn ʿAlī, *al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 H, 5/432

15-Ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, 10/288

16-Aydan (ibid.)

17-Rashīd Riḍā, Muḥammad, *Tafsīr al-Manār*, al-Qāhirah: al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah li-al-Kitāb, 1410 H, 9/92

18-Ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, 10/289

19-al-ʿAynī, Badr al-Dīn, Maḥmūd ibn Aḥmad, *al-Bināyah Sharḥ al-Hidāyah*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1420 H, 10/4

20-Ibn Saʿd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, 10/289

21-al-Zurqānī, Abū ʿAbd Allāh, Muḥammad ibn ʿAbd al-Bāqī, *Sharḥ al-Zurqānī ʿalā al-Mawāhib al-Ladunniyyah bi-al-Minaḥ al-Muḥammadiyyah*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1417 H, 5/482
22-Ibn Abī ʿĀṣim, Abū Bakr, *al-Āḥād wa-al-Mathānī*, al-Riyāḍ: Dār al-Rāyah, 1411 H, 6/32
23-al-Haythamī, *Majmaʿ al-Zawāʾid wa-Manbaʿ al-Fawāʾid*, 3/306
24-al-Ḥākim, Muḥammad ibn ʿAbd Allāh, *al-Mustadrak ʿalā al-Ṣaḥīḥayn*, Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1411 H, Kitāb al-Ruqā wa-al-Tamāʾim, Ḥadīth no. 8290
25-Ibn Arslān, Aḥmad ibn Ḥusayn, Abū al-ʿAbbās, *Sharḥ Sunan Abī Dāwūd*, Miṣr: Dār al-Falāḥ, 1437 H, Kitāb al-Ṭibb, Bāb fī Taʿlīq al-Tamāʾim, 15/60
26-al-Qushayrī, Muslim ibn al-Ḥajjāj, *al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min al-Sunan bi-Naql al-ʿAdl ʿan al-ʿAdl ʿan Rasūl Allāh ﷺ*, Bayrūt: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Kitāb al-Salām, Bāb Taḥrīm al-Kahānah wa-Ityān al-Kahān, Ḥadīth no. 2230
27-al-Naml: 65:27
28-al-Harari, Muḥammad al-Amīn ibn ʿAbd Allāh, *al-Kawkab al-Wahhāj fī Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*, Jiddah: Dār al-Minhāj, 1430 H, 22/336
29-al-Harari, Muḥammad al-Amīn ibn ʿAbd Allāh, *al-Kawkab al-Wahhāj fī Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim*, Jiddah: Dār al-Minhāj, 1430 H, 22/336
30-al-ʿAsqalānī, *al-Iṣābah fī Tamyīz al-Ṣaḥābah*, 1/687
31-al-Balādhurī, Aḥmad ibn Yaḥyā, *Futūḥ al-Buldān*, Bayrūt: Dār al-Hilāl, 1988, p. 334
32-al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar, Muḥammad ibn Jarīr, *Tārīkh al-Rusul wa-al-Mulūk*, al-Qāhirah: Dār al-Maʿārif, 1387 H, 3/596
33-al-Balādhurī, *Futūḥ al-Buldān*, p. 334
34-al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Rusul wa-al-Mulūk*, 3/596
35-Humāyūn ʿAbbās, Dr. Muḥammad Shams, *ʿUlūm al-Sīrah*, Lāhawr: R-R Printers, 2020, p. 38
36-Ibn Abī Shaybah, Abū Bakr, ʿAbd Allāh ibn Muḥammad, *al-Kitāb al-Muṣannaf fī al-Aḥādīth wa-al-Āthār*, al-Riyāḍ: Maktabah al-Rushd, 1409 H, 2/221
37-Ibn Rajab, al-Ḥanbalī, ʿAbd al-Raḥmān ibn Aḥmad, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Madīnah Munawwarah: Maktabah al-Ghurabāʾ al-Athariyyah, 1417 H, 9/245